اقبال کا نظریۂ اجتہاد

ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی

(ڈاکٹر صاحب نے یہ مقالہ پنجاب یونیورسٹی شعبہ اردو [illegible])

علامہ اقبال کی نظر میں کائنات مسلسل حیات و تغیرات [illegible] ان اصول کارفرما ہیں جن سے قوموں کا عروج و زوال وابستہ ہے [illegible] اصول کی ہمہ گیری اور تکمیل کا دعوےٰ کیا اور نہایت قلیل مدت [illegible] کا شمار تقریباً بارہ صدیوں تک رہ [illegible] کی [illegible] جد و جہد سے کوئی انقلاب [illegible] دریافت [illegible] تغیرات کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ [illegible] اور [illegible] کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے [illegible] سارے عالم میں بے بس ہو کر رہ گئے [illegible] اور جغرافیائی احوال کی تبدیلیوں سے بتدریج [illegible] کے حملوں کی تاب مقاومت نہ لا سکے اور مسلسل [illegible] ہر ایک نے اپنی بساط بھر عظمت [illegible] پیدا کریں۔ مصلحین کی یہ کوششیں بحمداللہ [illegible] ہونے لگے۔

حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال اپنی [illegible] زندگی کی [illegible] ان کی توجہ منعطف ہوئی [illegible] قول و فعل کے تضاد کو دیکھتے ہوئے پکار اٹھے۔

ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

ان کی تشخیص کے مطابق مسلمانوں کی موجودہ پستی و بدحالی کی وجہ تعلیمات اسلام کی پابندی نہیں بلکہ پیروانِ اسلام کے طرز عمل میں تبدیلی اور روح اسلام سے غفلت ہے جس نے مسلمانوں کا شیرازہ ابتر کر کے رفتہ رفتہ انہیں راکھ کا ڈھیر بنا دیا ہے اب مسلمانوں کی موجودہ حالت باعث حیرت و استعجاب نہیں بلکہ ان کا باقی رہ جانا اور آج تک اپنی خاکستر میں چنگاریوں کو دبائے رکھنا خود ایک معجزہ اور اسلام کی عظمت و برکت کی دلیل ہے۔

اسلام نے جس سیاسی و اجتماعی انقلاب کی دعوت دی تھی اس کی بنیاد توحید پر قائم ہے۔ یعنی معبود کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ بندوں کی وحدانیت پر بھی نظر رکھنا ضروری ہے اور بندوں کی وحدانیت کی وجہ سے ہر فرد اللہ کے سامنے اور بلا امتیاز رنگ و نسل مساویانہ عبدیت کا مالک ہے۔ اور سارے افراد صرف ایک اللہ کے بندے بن کر آپس میں بھائی بن جاتے ہیں وہ حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد انانیت اور خود پسندی کو اپنے لئے طرۂ امتیاز نہیں سمجھتے بلکہ اپنی جد وجہد کو ساری انسانیت کی ترقی و فلاح کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں یہی سعی پیہم اور مسلسل جد وجہد طرز حیات کا محور ہے۔ یہ جذبہ حضرت پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعین حیات ہر مسلمان میں بدرجہ اتم کارفرما رہا اور معاشرہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔

علامہ اقبال کی نظر میں گذشتہ پانچ صدیوں سے مسلمان اسی جذبہ سے محرومی کے باعث جمود و خمود میں مبتلا ہیں اگر انہیں اللہ کا وہ راستہ معلوم کرنا ہے جو انسانیت کی فلاح و بقا کا ضامن ہے تو انہیں اللہ تعالٰے کا یہ فرمان اپنے سامنے رکھنا ہوگا۔ الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین (۶۹: ۲۹) جو لوگ ہماری خاطر کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ ضرور دکھاتے ہیں۔ اللہ ضرور نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

علامہ اقبال کی نظر میں یہ آیت کریمہ مسلمانوں کو اجتہاد کی پرزور تلقین کر رہی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل جہاد کون سا ہے! آپ نے فرمایا، کلمۃ عدل عند سلطان جائر۔ کسی ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف کا کلمہ کہنا۔ اس پر ابو سعید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یوں تو مجاہدہ کے لغوی معنی کوشش کرنے کے ہیں مگر اس کی کوشش میں ورع، تقویٰ، صبر و شکر، توکل و تواضع کا مفہوم ہمیشہ کارفرما ہوتا ہے اور اعتصام بحبل اللہ کا خارجی مظاہرہ

خود سیرت پاک پر نظر رکھنے والے واقف ہیں کہ مکی زندگی میں اس اجتہاد کی منزل کچھ اور تھی اور ہجرت کے بعد حیات طیبہ کے سیاسی اور اجتماعی تقاضے کچھ اور تھے۔ فتوحات کے اضافے کے ساتھ ان تقاضوں کی شدت بڑھی اور ان کی نوعیت کچھ اور ہو گئی۔

صحابہ کرام کی تربیت کاشانہ نبوت کی زیر نگرانی ہر مرحلہ پر ہوئی۔ قرآنی احکام کی تفصیلات کے علاوہ حیات کے جزئی واقعات، تبلیغی کارنامے، شعب ابی طالب کا محاصرہ، صحابہ کرام کو ہجرت حبشہ کی اجازت دینا، ایام حج میں غیر ملکی وفود سے ملنا اور انہیں اسلام کی تلقین کرنا، مختلف معاہدے، ہجرت مدینہ کے فیصلے، غرضیکہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد و تفقہ، حزم و احتیاط، سیاسی و تبلیغی دور اندیشی پر شاہد عدل ہیں۔ مدینہ پہنچ کر انصار و مہاجرین میں مواخاۃ قائم کرنا، یہودیوں، عیسائیوں اور غیر مسلم قبائل سے معاہدے کرنا، اور ان کی مختلف غزوات، صلح حدیبیہ نیز وقتاً فوقتاً فوجی گشتی دستے (سرایا) بھیجنا، اور دوسرے سارے سیاسی، مذہبی معاملات سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد و تفقہ پر دال ہیں۔

دوسری تیسری صدی ہجری سے فقہاء و محدثین کے کارنامے جو کچھ آج منصۂ شہود پر ہونے، ان کے ضمن میں یہ کہنا حقیقت سے دور نہیں معلوم ہوتا کہ فقہاء و مجتہدین نے خواہ وہ عرب ہوں یا عجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قانون اسلام کی تدوین میں بڑی محنت و جانفشانی سے کام کر کے اپنے فرائض انجام دیئے۔

خود قرآن پاک سے بہت سے شخصی اور اجتماعی احکام پر عبادات کی تفصیلات کے علاوہ بڑی حد تک روشنی پڑتی ہے۔ اور ان احکام و اوامر و نواہی کی وضاحت ہو جاتی ہے جن کی تدوین بعد میں اصول فقہ کے ماتحت کی گئی۔

علوم کے ارتقاء و انضباط کی رو سے یہ صحیح ہے کہ علوم فقہ و اصول، اصول تفسیر، اصول حدیث وغیرہ بتدریج دوسری تیسری صدیوں سے جمع و ترتیب سے آراستہ ہونے لگیں۔ مگر سچ پوچھئے تو اکثر بنیادی اصول خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عین حیات متمیز طور پر متداول ہو چکے تھے۔ ادلہ اربعہ یعنی قرآن، حدیث یا سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس کی حجیت پر قرآنی آیات، احادیث رسول اور آثار صحابہ میں واضح دلائل موجود ہیں۔ یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلا (۴:۵۹) اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولی الامر کی فرمانبرداری کرو پس اگر کسی چیز میں تم میں تنازعہ ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف رد کرو۔ اگر تم اللہ اور آخری دن یعنی قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر اور انجام کے لحاظ سے حسین تر ہے۔

واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین "اور تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم ایمان والے ہو"

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اسلام اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے۔ اور اطاعت کو فرض قرار دیتا ہے کیونکہ قرآن پاک میں جہاں کہیں امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور اس کے بعد حرف شرط استعمال کیا گیا ہے وجوب و فرضیت

ہر کرنا مقصود ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت عین رسول کی اطاعت قرار دی گئی ہے جس کا مطلب واضح ہے۔ قرآن حکیم کے احکام و فرائض کی تشریح خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ اور قرآنی احکام کو ان سے طابق عمل کر کے بتایا کرتے تھے۔ عملی طور پر رسولؐ کے اعمال و افعال یعنی سنن واقوال نسلاً بعد نسلٍ ہم لوگوں تک عمل و ثابت دونوں طریقوں سے اسی طرح پہنچے ہیں جس طرح خود قرآن پاک حفظ و کتابت کے ذریعے ہمارے ہاتھوں تک ہے۔ وضو کے طریقے، نماز روزے کے طریقے، حج اور دوسرے احکام کے طریقے سب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بتائے اور عمل کئے ہوئے طریقے ہیں جو صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین اور ہمارے دوسرے اسلاف کے ذریعے ہم لوگوں تک پہنچے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا اسلام نے اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ حکم کی موافقت و اطاعت کہتے ہیں۔ اور سورۂ نساء کی آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے ساتھ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر کی شرط موجود ہے جس سے اللہ اور رسول نیز اولی الامر منکم کی اطاعت کی فرضیت ظاہر ہے، جس کے معنے یہ ہوئے کہ قرآن، سنت نبوی اور اولی الامر منکم یعنی اجماع کی اطاعت بھی فرض ہے۔ ساتھ ہی یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی امر میں تنازع کی صورت میں قرآن و سنت کے دوسرے بتائے ہوئے احکام کے ساتھ مقابلہ کر کے ان احکام کی روشنی میں اس تنازعہ کو دور کرنا ضروری ہے جو ظاہر ہے قیاس کی شکل ہے۔

اس آیت پاک میں اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر منکم کی اطاعت کا حکم بھی صادر ہوا ہے علماء امامیہ اولی الامر منکم کے لئے عصمت کی شرط لگاتے ہیں اور اس لئے اہل بیت مراد لیتے ہیں بظاہر منکم سے نہ اہل بیت کی تخصیص معلوم ہوتی ہے اور نہ عصمت کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ بلکہ عام اہل اسلام کا مفہوم واضح اور ظاہر ہے۔ صحابہ کرام کیلئے تو اللہ کا قول "رضوان اللہ علیہم" ان کی مغفرت کی دلیل ہے۔ مگر صحابہ کے بعد کسی ولی اللہ کے لئے بھی یہ حکم یقینی نہیں، پھر اطاعت کا یہ حکم عام ہے اور ہر زمانے کے لئے ہے۔ ساتھ ہی اولی الامر سے مراد ایک شخص یا فرد نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ اولی الامر سے مراد ہم ہر زمانے کے ایماندار اور دیانت دار ارباب حل و عقد ہی کو لے سکتے ہیں جو امت کی خیر و بہبودی کا خیال رکھتے ہیں اور سارے امور کو انجام دیتے ہیں۔ ایسے ارباب حل و عقد کا آپس میں کسی امر میں متفق ہونا ضروری ہے۔ اس لئے اس قرآنی اصطلاح اولی الامر سے اجماع امت مراد ہے۔ آیت کا بقیہ حصہ یعنی فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ و رسول، اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں قرآن و حدیث سے کوئی حکم مستفاد نہ ہو تو اس مسئلہ کے مثل کسی ایسے مسئلہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جس کا حکم قرآن یا احادیث میں موجود ہے یا اجماع امت سے اس کا حکم پایہ ثبوت کو پہنچ

ہے اور اسی کو قیاس یا انالوجی کہتے ہیں۔ غرض اس آیت پاک سے اصول فقہ کے ادلۂ اربعہ اور اجتہادات ماخذ کتاب سنت، اجماع اور قیاس واضح طور پر مستنبط ہیں۔ آیت پاک کی ترتیب کے مطابق ہمیں ان چاروں اصولوں کو اسی ترتیب کی رعایت کے ساتھ سمجھنا چاہیے۔ غرض قیاس و اجماع کو قرآن و سنت پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ نیز آیت پاک فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول، اس بات کی ہدایت کرتی ہے کہ قیاس کی بات تسلیم نہیں کیا جائے جبکہ کتاب سنت اور اجماع سے مسئلہ کے حکم پر روشنی نہ پڑتی ہو۔

ان اصول اربعہ کی حجیت اور ان کی ترتیب کی رعایت کی مزید تائید حضرت معاذ بن جبل کی روایت سے ہوتی ہے جس کو خود علامہ اقبال نے اپنے لیکچرز میں بیان کیا ہے۔ جب حضرت معاذ رشد و ہدایت کے لئے یمن کی قضا پر جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور امتحان پوچھا۔

"جب کوئی مقدمہ درپیش ہو تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟" حضرت معاذ نے جواب دیا۔ "اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کرونگا"۔ ارشاد ہوا۔ "اگر کتاب اللہ میں موجود نہ ہو تو کیا کرو گے؟" آپ نے جواب دیا۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا"۔ حضور نے دوبارہ فرمایا۔ "اگر کوئی حکم سنت رسول میں بھی موجود نہ ہو تو؟" آپ نے جواب دیا۔ "میں اپنی رائے قائم کرنے کی کوشش کروں گا اور اس میں کوتاہی نہ کروں گا"۔

غرض حضرت معاذ نے قیاس کو آخری درجہ دیا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر و تثبیت کی اور انکار نہ کیا یہاں اس نکتے کی وضاحت خالی از فائدہ نہیں کہ ابلیس کے لعنتی ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے نص قرآنی کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دی اور اللہ تعالٰے کے حکم "فاسجدوا لآدم" کی اطاعت میں آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ چونکہ ابلیس ملائکہ کے ساتھ رہتا تھا۔ اور بڑے لیتے ان کا معلم بنا ہوا تھا۔ اس لئے ملائکہ میں داخل تھا۔ لیکن اپنی عقل سے اس نے خود کو ملائکہ سے خارج قرار دیا۔ اور کبر و غرور سے کام لیا۔ چنانچہ جب سجدہ نہ کرنے پر باز پرس کی گئی تو اس نے یہ حجت پیش کی کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین، یعنی اپنے زعم میں نار کو طین سے لطیف تر ہونے کی بنا پر بہتر قرار دیا اور یہ بھول گیا کہ عنصر ہونے میں نار و طین دونوں برابر ہیں۔ غرض ندامت و پشیمانی کے اظہار کی جگہ اپنی نافرمانی پر اڑا رہا۔ اور حکم خداوندی کو اپنے قیاس سے ٹالنا چاہا۔ فبھت الذی کفر۔

"قرآن حکیم کے بعد سنت کا مرتبہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں کم و بیش عملی طور پر متواتر چلی آ رہی ہیں اور ان کی تفصیل قولی اور فعلی احادیث و مرویات میں منضبط ہیں۔ احادیث کو پرکھنے کی غرض سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے جس کے مضمون کو قبول کرنے میں احتیاط و حزم کو دخل ہے۔ یعنی جب کوئی حدیث میری نسبت سے بیان کی جائے تو اس کا مقابلہ کتاب اللہ سے کرو

کے حکم کے مطابق ہو تو قبول کرو ورنہ اسے چھوڑ دو۔

سنت کے بعد اجماع اور پھر قیاس کی باری ہے۔ دوسری دلیلیں مثلاً استصلاح اور استحسان جو بیان کی جاتی ہیں۔ وہ قیاس ہی کی فروع ہیں۔ اور اس لئے کوئی پانچویں دلیل یا حجت نہیں ہو سکتی۔ یہ بات خود آیت مذکورہ سے واضح ہے۔ دو صورتیں دو ہی بیان کی گئی ہیں۔ ایک وہ جس کے بارے میں حکم مذکور ہے جو قرآن اور حدیث پر مشتمل ہے اور دوسری وہ جس کے متعلق کوئی حکم بیان نہیں کیا گیا ہے اس صورت میں یا اجماع کا ظہور ہوگا یا انفرادی قیاس کا، اس آیت میں کسی چیز کی طرف اشارہ نہیں ملتا۔

قرآن حکیم کی تعلیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکمتیں اپنے فیصلوں، حکموں اور معاملات وعبادات کی تفصیلات میں امت کو سکھائیں ان کی روشنی میں مثبت اقدامات سے دنیا و آخرت ہر دو عالم میں ہم امتیازی شان وسرفرازی حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ان تعلیمات پر عمل کرکے ہم اخلاق فاضلہ کے حامل ہو سکتے ہیں اور امن و امان، عدل و مساوات کے تحفظ کے لئے بہتر قوانین وضع کر سکتے ہیں کیوں کہ ان کے اصول قرآنی آیات اور سنت نبویہ نیز اقوال نبویہ میں مکمل طور پر ثابت ہیں۔ انفرادی ضروریات ومقدمات کے لئے فروعی اور انفرادی تفصیلی احکام کا استنباط نہایت آسان وسہل ہے جزوی احکام کے اختیار کرنے میں شخصی آراء، علم و فہم نیز مقامی عادات ورسوم کا اثر پڑنا لابدی ہے جس کا اعتراف ناگزیر ہے۔

آج یہ کہا جاتا ہے کہ فقہ کے اصول وقوانین دوسری تیسری صدی ہجری میں وضع ہوئے اور مدون کئے گئے۔ لیکن یہ تاریخی حقیقت ہے کہ احکام اسلام کے مآخذ کی تشریح کے ساتھ ساتھ اصول احکام بھی خود شارع علیہ السلام اور قرآن پاک کے الفاظ میں لوگوں میں متداول ہوئے اور وضاحت کے ساتھ سمجھے گئے۔ اور حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انہیں سمجھا اور ان پر عمل کیا۔ چنانچہ فرضیت ووجوب، حلال وحرام، استحباب وکراہت، اباحت وسنت کے الفاظ خود قرآن پاک اور اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہیں۔ فرض احکام کی دونوں قسمیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے ثابت ہیں۔ چنانچہ صلوٰۃ کی فرضیت تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہے۔ مگر صلوٰۃ جنازہ کا فرض کفایہ ہونا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہے۔ اور اس طرح فرض عین اور فرض کفایہ کی اصطلاحیں بھی آپ ہی کے عہد میں وضع ہوئیں۔ حضرت سعید بن المسیبؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ مدینے تشریف لائے تو آپ نے خطبہ دیا۔ (یہ ان کی خلافت کے زمانے کی بات ہے) یا ایہا الناس قد سنت لکم السنن و فرضت لکم الفرائض، و ترکتم علی الواضحة الا ان تضلوا بالناس یمینا و شمالا، اے لوگو! تمہارے لئے سنن کو بیان کر دیا گیا ہے اور فرائض مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اور تم ایک کھلے راستے پر چھوڑ دیئے گئے ہو۔ تو تم کسی طرح راستے سے بھٹک نہیں سکتے مگر یہ کہ تم خود لوگوں کے ساتھ دائیں یا بائیں مڑ جاؤ اور صراط مستقیم کو گم کردو۔

کی طبعی باقی بھی یہ الاپنے گفتگو ب حضرت عمرؓ نے قرآن کے خلاف [illegible] اور نہوں نے ذات طیبات سے
سے انکار کر دیا۔ حالانکہ قرآن پاک کی آیت [illegible] واضح ہے [illegible] [illegible] ہوں [illegible] میں
ہیں یہ ہرگز قرآن کا منشا نہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
ل۔ اور یہ پالیسی تو درحقیقت حضرت ابو بکر صدیقؓ [illegible] [illegible] حضرت عمرؓ [illegible] [illegible]
دل طرف اسلام کے نام لیوا روز بروز تعداد میں بڑھتے جا رہے تھے [illegible] [illegible] [illegible]
نالا پچ دے کر اسلام کی رغبت دلانے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
ں پالیسی سے اتفاق کیا۔
ہے کہ صحابہ کرام نے قرآن پاک کے احکام سمجھنے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] [illegible]
رافی وتشتت کا اظہار نہیں کیا اور آج ہمارے لئے ضروری ہے کہ ان سارے احکام میں [illegible] [illegible]
ہنے ہیں سر مو صحابہ کرام کے فیصلوں [illegible] [illegible] [illegible] اطاعت [illegible] اطاعت [illegible]
ع کے احاطے سے باہر نہ جائیں۔ فقہاء کے کارنامے درحقیقت مقدمات و مسائل کے وہ فیصلے ہیں جو آنحضرت
لم کے عہد میں نیز حضرات صحابہ کے زمانے میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] درحقیقت مقدمات
رعہ ہیں جن سے ہم اپنے زمانے کے مسائل حل کر سکتے [illegible] [illegible] [illegible] مرتب کر سکتے ہیں۔ ان دفاتر
ہ لئے نہیں کہ یہ فقہاء کرام کی رائیں ہیں۔ بلکہ ان کی قیمت [illegible] [illegible] ہے کہ قرآن و حدیث کی تعلیمات
یں اپنی زندگی سنوارنے میں ان سے بے حد مدد مل سکتی ہے۔
فی قسمہ میں زکات کی سماجی اہمیت کے پیش نظر یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ زکات کے نظام سے غفلت برتنے کی وجہ
ی بدحالی کے شکار لوگوں کی آج امت میں بہت زیادہ کثرت ہو گئی ہے۔ باایں ہمہ ملک کے ارباب حل و عقد
ے کہ قرآن پاک کے بیان کردہ لوگوں کی [illegible] [illegible] کی بدحالی دور کرنے کے منصوبے بنائے زکات
را ور کبھی اس کے نصاب میں اضافے کی سفارش کر کے حکومت کی آمدنی کا حصہ بنانا چاہتے ہیں اور یتیم و مسکین،
اداروں کے حقوق کو اوقاف کی رقوم کے غلط استعمال کی طرح ہڑپ کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی حکومت کی
درخوشحالی یا ملکی تحفظ و دفاع کے لئے قرآن پاک نے صدقات نافلہ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، انفاق کی تلقین کی ہے
کے لئے عفو یعنی مال زائد از حاجت کی وضاحت کر دی ہے۔ خود شارع علیہ السلام اور صحابہ کرام نے غزوات،
سرت و بدحالی کے اوقات میں انفاق و ایثار کی مثالوں سے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس کے دین اور

...دوں کی خدمت و محافظت میں کس طرح خرچ کرنا چاہیئے۔ یہ حقیقت ہے کہ نازک وقتوں میں بھی آنحضرت ...یہ وسلم نے نہ کبھی اپنے بیان کردہ نصاب زکات میں اضافہ کرنے کی ضرورت محسوس کی اور نہ ایام خلافت ...ے پیدا ہوا۔ اور نہ ہی کبھی زکات کی رقم کو دفاع اور ملکی ضرورتوں کے لئے خرچ کیا گیا۔ زکات کی رقم ہمیشہ معاشرے ...ل مالی امانت میں صرف کی گئی جو اقتصادی بدحالی کا شکار رہے اور زکات ادا کرنے والے ملازمین یتیم، غریب ...مردوں کے لئے اور فقر و فاقہ دور کرنے اور محتاجوں کی ضرورتوں کے لئے مخصوص رکھی گئی۔ اہل اسلام نازک اوقات ...صدقہ و خیرات اور حسب حاجت و انفاق فی سبیل اللہ پر عمل پیرا رہے۔

...سلام کے یہ تفصیلی احکام جو عدل و مساوات اور دینی اخوت و معاونت پر مبنی ہیں صرف نظریئے نہیں بلکہ عملی ...نے کے لئے ہیں۔ آج حکیم الامت اقبال مرحوم کی دعوتِ عمل کے مطابق ان احکام کے نفاذ کی ضرورت ہے۔ قرآن ...بار بار ایمان کے ساتھ عمل صالح کا اعادہ کرنا خود اس بات کے لئے بیّن ثبوت ہے۔ کہ ایمان کا اظہار عمل صالح ...ہ ذریعے ہو سکتا ہے۔ اور دلی اعتقاد یا باطنی ایمان جس کا اظہار عمل صالح سے نہ کیا جائے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و رہنمائی، خلفاء راشدہ کی قیادت و خلافت، پھر ایام خلافت کی قلمونی، قرون ...یں امامت و امارت کی کشمکش اور اپنی اپنی سیادت کے لئے تگ و دو یہ ساری تاریخی حقیقتیں ہمیں سبق دیتی ہیں کہ ...جب تک فرزندانِ اسلام میں خلوص و کمال ایمان کے ساتھ ساتھ ایثار و قربانی کا جذبہ رہا ان کا علَم سربلند رہا اور نفسانیت ...غرضی کے غلبہ کے ساتھ ساتھ گردش زمانہ کی نکبتیں ہمارے ایمان کا امتحان لیتی رہیں۔ چنانچہ شہادت حضرت عثمان، ...کربلا، بنو امیہ، بنو عباس اور دوسرے خاندانوں کا عروج و زوال امت مسلمہ کا زوال نہیں۔ یہ تو درحقیقت تنبیہیں تھیں ...تازیانے تھے تاکہ فرزندانِ اسلام آئندہ حزم و احتیاط سے کام لیں۔ بغداد کی تباہی اور صلیبی جنگیں حقیقت میں آتشیں ...یاں تھیں جن میں تپا کر مسلمانوں کی تطہیر

آج بھی اسرائیلیوں کا تسلط اور جبر و استبداد بیسویں صدی میں اقوام مسلمہ کی تطہیر و تزکیہ کا آغاز ہے یہ درحقیقت ...ن کا کرڈکا اور صوت ہادی ہے کہ اغیار کی امداد پر بھروسہ کرنا ہماری نادانی ہے۔ اس امداد سے اب بھی فائدہ اٹھانے کا ...یہ ہونا چاہیئے۔ اور علم و عمل، حرب و فن نیز صنعت و حرفت میں خود کفیل بننے کی کوشش پیہم ہونی چاہیئے اور جب تک ...مدوجہد اور جہاد فی سبیل اللہ ہم سبھوں کا لائحہ عمل نہیں ہوتا ہماری شکست و ریخت فتح و ظفر میں متبدل نہیں ہو سکتی۔ لادینی ...اشتراکی عمل لکبت و خواری سے بچا نہیں سکتا۔ آج فرزندانِ اسلام کی کرنیں نمودار ہو سکتی ہیں تو صرف اسلامی اشتراک عمل اور ...اسلامی عمل صالح سے!

پرانی تہذیب و ثقافت اور قدیم زمانے کی یادگار [illegible] ہمیں ان سے [illegible]

ان کی روشنی میں ہم اپنے کردار کا جائزہ لیں اور [illegible] سے بچنے کی سعی کریں تاکہ

پڑیں جن کی پیش رفتہ قومیں بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔

[illegible] صلوٰۃ و سلام اور صحابہ کرام کے حالات [illegible] صحیح طور پر [illegible]

اسلام کے نفاذ کے لئے سیاسی تسلط و غلبہ ناگزیر ہے [illegible] ضرورت ہے کہ

کے لئے بھی [illegible] اس نظام کو قائم رکھنا ہے [illegible] ملت مسلمہ کا

[illegible] سے باہر ہے اور ہمارے [illegible]

[illegible] حکام کے ہاتھوں برباد کر کے [illegible]

جاتے ہیں [illegible] اور ان کے [illegible]

ان کی باتیں سنیں [illegible] سمجھتے [illegible]

[illegible]

[illegible]

خیالات نہ ہماری موجودہ تہذیب [illegible] سے [illegible]

رکھتی ہیں کیونکہ ہماری ایمانی [illegible] کا رخ [illegible]

اور اشتراکی تحریکوں کا [illegible] تہذیب تمدن

[illegible] دگرگوں میں مشغول [illegible] اور اب تو

نہیں رہا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

[illegible]